خدیجہ مستور کے کردار: عالیہ اور ساجدہ کا تنقیدی جائزہ
(آزادی سے متعلق صورتِ حال کے حوالہ سے)

نائلہ ارم

Naila Iram

Assistant Professor,

Govt. Girls Degree College, Sargodha Road, Faisalabad.

Abstract:

Khadija Mastoor is a renowned novelist in Urdu literature. Her remarkable novels are "Aangan" and "Zameen". She wrote these novels about freedom movement. Her central characters are of females. She describes the critical as well as the political situation related to freedom movement of Pakistan. Her main characters are Alia in "Aangan" and Sajida in "Zameen". Alia's character throws light on the devotion and political affiliation of characters related to Congress and Muslim League .Sajida is the central character of "Zameen" criticising the disharmony and injust situation after the creation of Pakistan. This was the unexpected and disappointing condition faced those people who migrated from India towards Pakistan for peace and betterment.

خدیجہ مستور کا شمار اُن خواتین ناول نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے خواتین کے کرداروں کو نہ صرف خوب صورتی سے نبھایا ہے بلکہ خواتین کی نفسیاتی کیفیات کو آزادی کے تناظر میں اس طرح پیش کیا ہے کہ ناول خانگی معاملات سے اپنا تانا بانا بنتے ہوئے سماجی اور سیاسی پیش کش میں بھی اہم کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ ان کے دو معروف ناول ''آنگن'' اور ''زمین'' ہیں۔ اول الذکر ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا جس کا مرکزی کردار عالیہ ہے اور موخر الذکر کی اشاعت ۱۹۸۰ء میں ہوئی جس کے اہم نسوانی کردار کا نام ساجدہ ہے۔ خدیجہ مستور نے ان دونوں کرداروں کے ذریعے پاکستان کے قیام سے قبل اور بعد کی سیاسی

، خانگی، معاشی اور معاشرتی صورتِ حال کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس میں وہ کامیاب دکھائی دیتی ہیں کیوں کہ ناولوں کی تشکیل اور پلاٹ میں ربط پایا جاتا ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ناولوں کی فضا خانگی حالات و واقعات کی تشکیل سے ترتیب پائی ہے۔ آزادی سے قبل اور بعد کی سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اور بے چینی کو جس طرح خدیجہ مستور نے عالیہ (آنگن) اور ساجدہ (زمین) کے ذریعے پیش کیا ہے یہ کام انھی کا خاصا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف ان دونوں کرداروں سے متعلق لکھتے ہیں:

> ''یوں خدیجہ مستور ہیرو کے منصب پر ہیروئن کو فائز کرتی ہیں۔ گویا مرد کے سماج میں انھیں کسی مرد پر بھی پورا اعتبار نہیں کہ وہ آدرش کی راہوں پر ثابت قدم رہے گا۔ انھیں تو ''آنگن'' کی عالیہ اور ''زمین'' کی ساجدہ پر ہی بھروسا ہے۔''(۱)

''آنگن'' (۱۹۶۲ء) میں عالیہ کے کردار کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ جس گھرانے سے عالیہ کا تعلق ہے دراصل یہ گھرانہ چار بھائیوں پر مشتمل ہے جن کے ساتھ ان کی اولادیں تین نسلوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ یہ دور تحریکِ آزادی کے حوالے سے بھرپور جد و جہد کا دور تھا جہاں کانگرس اور مسلم لیگ سے متعلقہ لوگ اپنے اپنے سیاسی نظریات سے بے حد لگاؤ رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر شیبا عالم اس خاندانی بحران کی طرف یوں اشارہ کرتی ہیں:

> ''آنگن'' ایک خاندانی بحران کے نتیجے میں تہذیبی بحران کی طرف اشارہ ضرور کرتا ہے لیکن حقیقت میں یہ ناول ہندوستان کی تقسیم کے نتیجے میں علامتی طور پر بکھرنے والے شیرازہ سے تعلق رکھتا ہے جو مسلمان گھرانوں کا مقدر بن گیا ہے۔''(۲)

اسلوب احمد انصاری ناول کے موضوع سے متعلق لکھتے ہیں:

> ''خدیجہ مستور کے مشہور ناول ''آنگن'' کو اگر خانگی المیہ کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔ اس ناول کا عنوان اس امر کی بڑی حد تک چغلی کھاتا ہے۔''(۳)

خدیجہ مستور کے ناول میں جذباتی کش مکش بھی دل چسپی کا باعث ہے۔ آزادی کی صورتِ حال کے حوالے سے آدھے افراد پاکستان جانا چاہتے ہیں جب کہ باقی کے افراد اپنے آبائی علاقوں، لوگوں، جائیداد اور معاملات سے وابستگی کی وجہ سے ہندوستان چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے۔ اس کی ایک جھلک عالیہ اور جمیل کے مابین آزادی کے بعد ہجرت سے متعلق دیکھی جا سکتی ہے۔ عالیہ جمیل سے کہتی ہے:

> ''میں جا رہی ہوں۔ خدا حافظ۔۔۔۔ عالیہ نے جمیل بھیا کے منہ سے چادر کھینچ لی اور پھر جھجک کر ایک قدم پیچھے ہٹی۔ بھیگی اور سوجی

ہوئی آنکھوں میں ایک داستان دم توڑ رہی تھی۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر بھی وہ آنکھیں تو اُس کی آنکھوں میں گھسی جا رہی تھیں۔

تم جاتی کیوں نہیں بے وقوف لڑکی؟ کیا یہی دیکھنے کے لیے مجھے جگانے آئی تھی''، خدا حافظ۔۔۔۔انھوں نے پھر مُنہ چھپالیا۔''(۴)

عالیہ کے کردار کے تناظر میں اس کے خاندان کی وابستگی، کانگرس اور مسلم کے حوالے سے واضح ہے۔ بڑے چچا کا گھرانہ ایک ہندوستان کی مثال ہے جہاں بڑا بیٹا جمیل کانگرس سے بیزاری کے بعد مسلم لیگ سے محبت کرتا ہے جب کہ بڑے چچا کانگرس کے کٹر حمایتی ہیں۔ کچھ کردار انگریز کے طرفدار ہیں تو کچھ ہندوؤں اور انگریزوں سے بیزار۔ عالیہ کے گھرانے کا ایک منظر خدیجہ مستور یوں بیان کرتی ہیں:

''عالیہ کے بڑے چچا تو کھلم کھلا تحریکِ آزادی میں تن من دھن سے شامل تھے۔ عالیہ کے ابا مظہر سرکاری ملازم ہونے کے باعث جذبۂ آزادی سینے میں دبائے رکھتے۔ عالیہ کی ماں اور ماموں انگریز سرکار سے ازراہِ محبت وفاداری بصد شوق نبھاتے تھے۔۔۔۔ عالیہ کی ماں: انگریز بھابھی، سرکار اور سرکار کے نمک خوار بھائی کی اچھائیاں اور بڑے چچا کی برائیاں بیان کرتیں۔ اس تناظر میں، عالیہ کو غیر سیاسی ہونے کے باوجود انگریز اور اس کے ٹوڈیوں کے خلاف سخت نفرت ہوگئی۔''(۵)

عالیہ ناول کا مرکزی کردار ہوتے ہوئے بھی غیر جانبدار تھی۔ بڑے چچا کی حد سے بڑھی ہوئی کانگرسی طرف داری عالیہ کے لیے اس لیے تکلیف دہ ہے کہ دوسرے لوگ بڑے چچا پر تنقید کرتے ہیں۔ چھمی اور بچہ پارٹی کے نعروں اور جلسے جلوسوں کی وجہ سے عالیہ چھمی کو پسند کرتی ہے کیوں کہ اس کی صورت میں اسے پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتے ہوئے دکھائی دیتا تھا۔ جمیل کو پاکستان بننے میں دل چسپی تو تھی مگر بڑی چچی سے اس کا مکالماتی انداز یہ واضح کرتا ہے کہ آزادی سے متعلق تقسیم بہت سارے سوال پیدا کر رہی تھی۔ جمیل نے جب بڑے یقین سے کہا کہ پاکستان بن کر رہے گا:

''تو کیا سارے مسلمان پاکستان رہیں گے؟ بڑی چچی نے پوچھا۔

''۔۔۔۔جو جہاں ہے وہاں رہے گا۔''

''مگر ہندو ہمیں رہنے کیوں دیں گے۔ وہ نہیں کہیں گے کہ اپنے ملک جاؤ۔''

''اُن کے ہندو جو ہمارے پاکستان میں ہوں گے ہم ان سے کب

کہیں گے کہ جاؤ۔''

جمیل بھیا کی اس دلیل سے بڑی چچی مطمئن ہوگئی تو انھوں نے کہا:

''ہاں جمیل میاں۔۔۔۔ میں بھی یہ گھر نہیں چھوڑ سکتی۔'' کریمن بوا بھی آخر بول ہی پڑیں۔

''اور میں کب چھوڑ رہا ہوں، اپنا گھر۔۔۔۔''(۶)

خدیجہ مستور نے عالیہ کے کردار کو متوازن اور ترقی یافتہ سوچ کے علم بردار کردار کے طور پر پیش کیا ہے۔ مگر اسی کردار کے ذریعے ان خامیوں اور کوتاہیوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ جو پاکستان بننے کے فوراً بعد منظرِ عام پر آئیں بلکہ نئے پاکستان کی بنیادی خامیوں کا باقاعدہ حصہ بھی بن گئیں۔ عالیہ کے ذریعہ ان جاگیرداروں اور راتوں رات امیر بننے والے کرداروں پر تنقید کی ہے جن کے لیے پاکستان کی تخلیق جنت ثابت ہوئی:

''عالیہ سب کچھ سنتی رہی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔ کس کا حق کون اڑائے جا رہا ہے۔ یہ رسیدیں کہاں سے آ گئیں۔ یہ کوٹھی اس کی کس طرح ہوگئی۔ مگر عالیہ یہ سب کچھ کس سے پوچھتی۔ اماں صرف اماں تھیں۔ اس کی تنخواہ ملنے اور کوٹھی کی مالک بننے کے بعد پہلی جیسی مغرور اور خود پسند۔''(۷)

خدیجہ مستور کے دوسرے ناول کا نام ''زمین'' ہے جو ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔ ''آنگن'' کی عالیہ کے ذریعے جس آزادی کا منظر نامہ پیش کیا گیا اس کی عملی صورت ''زمین'' کی ساجدہ کی صورت میں دکھائی دیتی ہے۔ ساجدہ کے ذریعے آزادی کے بعد ہجرت کر کے پاکستان میں سکونت پذیر ہونے والے لوگوں کی سماجی، معاشی، اخلاقی اور معاشرتی کمزوریوں کی تصویر کشی اور ان کمزوریوں اور مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے والوں کی بے حسی اور درندگی کا منظر نامہ اس ناول کا بنیادی موضوع ہے جس طرح عالیہ خدیجہ مستور کے ناول ''آنگن'' میں پاکستان بننے کے بعد کا مختصر جائزہ جاگیرداروں اور راتوں رات امیر بننے والوں کے حوالے سے کرتی ہے اسی طرح ہجرت کے بعد آزاد ملک میں جو کیمپوں میں مقیم پناہ گزینوں پر بیتتی ہے اس کی عملی تصویر ساجدہ کے کردار کے ذریعے پیش کی گئی ہے۔ پیشہ ور لوگوں کا یہ عالم تھا کہ وہ پیٹ بھرنے اور مال ہضم کرنے کی فکر میں تھے:

''۔۔۔۔ ساجدہ کے ابا پر جانکنی کا عالم تھا۔۔۔۔

کمپونڈ بڑے مزے سے نان کے ساتھ بوٹیاں کھا رہا تھا۔

''ڈاکٹر صاحب واک پر گئے ہیں۔۔۔۔ روٹی کیسے ہضم ہو!

۔۔۔۔''

''اللہ کی مرضی ۔۔۔۔''

تب اسے احساس ہوا کہ ابا مر گئے ۔۔۔۔''(۸)

جہاں ادیب نے پاکستان بننے کے مراحل کا لفظی خاکہ پیش کیا ہے وہیں اس کے قلم سے ظلم و زیادتی کے ان مناظر کی لفظی تصویر کشی بھی دیکھنے میں آتی ہے جس کی توقع ہجرت کرنے والوں کو نہیں تھی۔کیمپ میں ضعیف والدین کی جوان بیٹیوں کی عصمت دری بھی اس ناول کی موضوعاتی فضا کا حصہ بنتی ہے۔ناول میں ساجدہ کے باپ کے انتقال کے بعد ساجدہ ناظم کے گھر سکونت اختیار کرتی ہے جو کہ محکمہ بحالیت کا اعلیٰ اہل کار ہے:

''مہاجر لوگ راج کرتے تھے۔سب کچھ قربان کر کے پاکستان آ گئے۔''

''یہاں آ کر کیا ملا ہے!'' مالک نے ٹھنڈی سانس بھری۔۔۔۔

چار کنال کی کوٹھی اور اس کے ساز و سامان کے سوا کیا ملا؟۔۔۔۔

آپ نے یہاں آنے سے پہلے اپنا سامان کرشن صاحب کو مناسب قیمت پر دے دیا تھا۔۔۔۔''

ناظم کے لہجے میں تیز دھار رکھی ہوئی تھی۔''(۹)

ناداروں کی قربانیاں اور مہاجروں پر ظلم و ستم ''آنگن'' کے آخری حصے کا موضوع رہا ہے اور اسی تسلسل کو خدیجہ مستور نے ساجدہ کے ذریعے ''مین'' میں آگے بڑھایا ہے۔ناول کے موضوع کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ناول نگار کے یہ جملے کڑی تنقید کا خاکہ ہیں:

''اصلی مہاجر تو ہم لوگ ہیں۔۔۔۔باقی رہے غریب غربا تو وہاں بھی جھونپڑیوں میں رہتے تھے۔۔۔۔ایسے لوگ یہاں بھی خود ہی اپنی جگہ بنا لیں گے۔حکومت بھی دراصل، ہمارے جیسے لوگوں کی آبادکاری کا نعرہ لگا رہی ہے۔''(۱۰)

والٹن کا مہاجر کیمپ فسادات کے تناظر میں ۱۹۴۷ء کو اس لیے تشکیل دیا تھا کہ بے سہارا لوگ یہاں مقیم ہوں ان کی راہنمائی، خوراک اور گھر کا بندوبست ہو سکے مگر یہاں ہوس ناکی کی تصویر کشی خدیجہ مستور کے طنزیہ اندازِ تحریر سے واضح ہے:

''ایک مرد لُوٹتا ہے، دوسرا لُوٹ پر طنز کرتا ہے، تیسرا لُوٹ کے غم میں پاگل ہو جاتا ہے اور۔۔۔۔''(۱۱)

آزادی کے بعد ناجائز طریقے سے دوسروں کی ملکیت پر قابض ہونے والے اور امیر زادے کہلانے والوں نے اپنی سابقہ پہچان ختم کر کے نئی پہچان تلاش کی اور وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ کوئی اُن

کو سابقہ نام یا بُری پہچان سے یاد کرے کیوں کہ وہ آزادی کے بعد نئی پہچان پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اسی لیے کلو بھشتی راتوں رات امیر بن جاتا ہے اور اس کی بیٹی انوری امیر زادی بن جاتی ہے جس کا اظہار وہ یوں کرتی ہے:

> ''مجھے ڈر لگتا ہے یہاں کوئی نہیں جانتا کہ میں بہشتی کی بیٹی ہوں۔ یہاں سب یہی جانتے ہیں کہ میں مل اونر کی بیٹی ہوں۔ باجی ابا نے تو اپنا نام بدل لیا ہے۔ اب وہ سرور حسین ہیں۔ باجی! آپ کسی سے کہیں گی تو نہیں؟۔۔۔تم اطمینان رکھو میں کسی سے نہ کہوں گی۔ ساجدہ نے اس کا پیار سے تھاما ہوا ہاتھ چھوڑ دیا۔۔۔'' (۱۲)

ڈاکٹر شیبا عالم خدیجہ مستور کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''مسلمان گھرانوں کے ماحول کی عکاسی اور اُن کے مخصوص ماحول کی جزئیات کو بہت باریکی اور سلیقے سے بیان کرنے میں خدیجہ مستور کو مکمل مہارت ہے۔'' (۱۳)

خدیجہ مستور نے ''آنگن'' کی عالیہ اور ''زمین'' کی ساجدہ کے ذریعے آزادی سے قبل اور بعد کی صورتِ حال کا جو نقشہ ہندوستان اور پاکستان کی تشکیل کے تناظر میں پیش کیا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔ ناول کی مصنفہ نے خواتین سے جڑی ہوئی جذباتی، خانگی، سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی فضا کو آزادی کے تناظر میں کامیاب طریقے سے پیش کیا ہے جو قابلِ ستائش ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد عارف، پروفیسر، ڈاکٹر، اردو ناول اور آزادی کے تصورات، لاہور: پاکستان رائٹر کوآپریٹو سوسائٹی، ۲۰۱۱ء، ص:۷۶۰

۲۔ شیبا عالم، ڈاکٹر، اردو کے نمائندہ ناول نگاروں کا تاریخی شعور، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص:۲۳۵

۳۔ اسلوب احمد انصاری، اردو کے پندرہ ناول، علی گڑھ: یونیورسل بک ہاؤس، ۲۰۰۳ء، ص:۲۳۴

۴۔ خدیجہ مستور، آنگن، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص:۲۶۹

۵۔ ایضاً، ص:۱۰۴

۶۔ ایضاً، ص:۱۰۔۴۰۹

۷۔ ایضاً، ص:۲۹۰

۸۔ خدیجہ مستور، زمین، لاہور: ادارہ فروغِ اردو، ۱۹۸۳ء، ص:۱۹

۹۔ ایضاً، ص:۵۷

۱۰۔ ایضاً، ص:۵۹

۱۱۔ ایضاً،ص:۳

۱۲۔ ایضاً،ص:۱۰۷

۱۳۔ شیبا عالم، ڈاکٹر، اردو کے نمائندہ ناول نگاروں کا تاریخی شعور، ص:۲۳۶

☆......☆......☆